الجواب حامدا و مصلیا

جمہور علماء کے نزدیک مروجہ انشورنس کی پالیسیاں سود اور غرر (غیر یقینی صورتحال) پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہیں، جن سے بچنا ضروری ہے اور عام حالات میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق کسی غیر مسلم ملک (دار الحرب) میں بھی یہ پالیسی لینا جائز نہیں، اور محققین اکابر علماء کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے، اس لئے جب تک ممکن ہوسکے اسی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، تاہم سائل نے سوال میں برما کے جو حالات ذکر کئے ہیں کہ ہر وقت مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو خطرے میں ہیں، حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے، اور وہاں کے بدھ مت راہبین اپنے بیانات و مواعظ میں مسلمانوں کی جان و مال کو برباد کرنے کیلئے ترغیب دلاتے ہیں اور اس پر کوئی سرکاری کارروائی بھی نہیں ہوتی، تو ایسی صورت میں:

۱۔۔۔اگر واقعۃً ایسے ہی حالات ہوں اور بیمہ کرائے بغیر وہاں کے مسلمانوں کو جان و مال کے نقصان کے خطرے کا یقین یا کم از کم غالب گمان ہو، محض موہوم خطرہ نہ ہو۔

۲۔۔۔اور حکومت کی طرف سے بھی فسادات کی روک تھام کیلئے کوئی اقدام اور کارروائی نہ ہو۔

۳۔۔۔اور وہاں کے مسلمانوں کیلئے اس نقصان سے بچنے کیلئے کوئی اور جائز راستہ اختیار کرنا بھی ممکن نہ ہو۔

Scanned by CamScanner

۴۔۔۔نیز بیمہ سے مسلمانوں کے پیشِ نظر جلبِ منفعت نہ ہو، بلکہ صرف جان ومال کا تحفظ اور نقصان سے بچنا مقصود ہو۔

۵۔۔۔اور بیمہ کرالینے سے مسلمانوں کو جان ومال کی حفاظت یا نقصانات کی تلافی کا غالب گمان بھی ہو۔

تو چونکہ حضراتِ طرفینؒ کی رائے کے مطابق دار الحرب میں عقودِ فاسدہ کی گنجائش ہے، اس لئے مذکورہ بالا مخصوص حالات میں اگر کوئی شخص مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ حضراتِ طرفینؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ایسے مقام پر جہاں بیمہ کے بغیر جان ومال کی حفاظت مشکل ہو، بیمہ (انشورنس) کا معاملہ کفار کی انشورنس کمپنی کے ساتھ کرے تو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ نیز اس میں بھی احتیاط یہ ہے کہ لائف انشورنس کی صورت میں اگر موت طبعی طور پر واقع ہو جائے اور جنرل انشورنس کی صورت میں اشیاء کسی آفتِ سماویہ کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائیں تو انشورنس کمپنی سے صرف اپنی جمع کردہ اصل رقم وصول کی جائے، اضافی رقم وصول ہی نہ کی

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

جائے، البتہ اگر فسادات میں جان یا مال کا نقصان ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر کوئی شخص اضافی رقم بھی وصول کر لے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن رقم بقدرِ نقصان تو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، اس سے زائد رقم صدقہ میں دیدی جائے، اپنے استعمال میں سخت مجبوری کے بغیر ہرگز نہ لائے، اگر مجبوری ہو تو بقدرِ مجبوری اپنے استعمال میں لے آئے اور بعد میں اگر مجبوری ختم ہو جائے تو اس زائد رقم کو اُس وقت صدقہ کر دیا جائے۔

ہمارے اکابر میں سے حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے فتاوٰی میں بھی سنگین حالات میں حفاظت کے پیشِ نظر خطرے کی چیزوں کے بیمہ کرانے کی گنجائش موجود ہے۔ چنانچہ مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب: .... یہ معاملہ سود اور قمار سے مرکب ہے، بایں وجہ اس میں سود اور قمار دونوں قسم کے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین ہیں جن کو حلال سمجھنا کفر ہے، مگر سوال میں جن خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ بھی واقعہ ہیں اور بیمہ کرالینے کی صورت میں فسادیوں کی نظر بد سے دکان وغیرہ کی بہ ظن غالب حفاظت ہو جاتی ہے **اس لئے قانونِ فقہ " الضرر یزال " کے پیش نظر خطرے کی چیزوں کا بیمہ کرالینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے،** اس شرط کے ساتھ کہ بیمہ کمپنی میں جو رقم جمع کرائی ہے اس سے زیادہ جو رقم ملے وہ غرباء اور محتاجوں میں بلا نیت ثواب تقسیم کر دی

Scanned by CamScanner

جائے، اپنے کام میں ہر گز نہ لی جائے، ہاں اگر خدانخواستہ خود ہی محتاج ہو جائے تو علماء کرام سے فتویٰ حاصل کر کے بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لینے کی گنجائش ہے، فقہی قاعدہ ہے "الضرورات تبیح المحظورات" (ضرورت ناجائز اشیاء کو مباح کر دیتی ہے) اور یہ نیت رکھی جائے کہ اقتصادی حالت درست ہو جانے پر یہ رقم غرباء کو دے دی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیمہ ان نصوص کے پیش نظر قطعاً ناجائز ہے، مگر عارضی طور پر کچھ وقت کیلئے جب تک خطرے کے حالات ہوں دکان وغیرہ کو فسادیوں کی شرارت اور ظلم سے بچانے کیلئے مذکورہ بالا شرائط (زائد رقم غرباء کو دی جائے اور اگر بحالت اضطرار کچھ اپنے کام میں لینے پر مجبور ہو جائے تو خوشحال ہونے پر اسے بھی خیرات کر دے) کے ساتھ بیمہ کرا لینے کی گنجائش ہے، عام اجازت نہیں۔ ھذا ما سنح لی الآن، فقط

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: بیمہ میں سود بھی ہے اور جوا بھی، یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں، بیمہ بھی ممنوع ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیمہ کرائے جان و مال کی حفاظت ہی نہ ہو سکتی ہو، یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے۔

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

الدر المختار – (٥ /١٨٥)

(ولا ربا بين سيد وعبده)..........ولا بين حربي ومسلم) مستأمن ولو بعقد فاسد أو قمار (ثمة) لأن ماله ثمة مباح فيحل برضاه مطلقا بلا غدر خلافا للثاني والثلاثة.(و) حكم (من أسلم في دار الحرب ولم يهاجر كحربي) فللمسلم الربا معه خلافا لهما لأن ماله غير معصوم فلو هاجر إلينا ثم عاد إليهم فلا ربا جوهرة.قلت: ومنه يعلم حكم من أسلما ثمة ولم يهاجرا. والحاصل أن الربا حرام إلا في هذه الست مسائل.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (٥ / ١٨٦)

(قوله ولا بين حربي ومسلم مستأمن) احترز بالحربي عن المسلم الأصلي والذمي وكذا عن المسلم الحربي إذا هاجر إلينا ثم عاد إليهم، فإنه ليس للمسلم أن يرابي معه اتفاقا كما يذكره الشارح، .... (قوله ومسلم مستأمن) مثله الأسير لكن له أخذ مالهم ولو بلا رضاهم كما مر في الجهاد. (قوله ولو بعقد فاسد) أي ولو كان الربا بسبب عقد فاسد من غير الأموال الربوية كبيع بشرط كما حققناه فيما مر، وأعم منه عبارة المجتبى المذكورة وكذا قول الزيلعي، وكذا إذا تبايعا فيها بيعا فاسدا (قوله ثمة) أي في دار الحرب قيد به لأنه لو دخل دارنا بأمان فباع منه مسلم درهما بدرهمين لا يجوز اتفاقا ط عن مسكين (قوله لأن

بأمان فباع منه مسلم درهما بدرهمين لا يجوز اتفاقا ط عن مسكين (قولــه لأن ماله ثمة مباح) قال في فتح القدير: لا يخفى أن هذا التعليل إنما يقتضــي حــل مباشرة العقد إذا كانت الزيادة ينالها المسلم، والربا أعم من ذلك إذ يشمل ما إذا كان الدرهمان أي في بيع درهم بدرهمين من جهة المسلم ومن جهــة الكــافر. وجواب المسألة بالحل عام في الوجهين وكذا القمار قد يفضي إلى أن يكون مال الخطر للكافر بأن يكون الغلب له، فالظاهر أن الإباحة بقيد نيل المسلم الزيادة، وقد ألزم الأصحاب في الدرس أن مرادهم في حل الربا والقمار ما إذا حصــلت الزيادة للمسلم نظرا إلى العلة وإن كان إطلاق الجواب خلافــه والله ســبحانه وتعالى أعلم بالصواب اهــ......... (قوله مطلقا) أي ولو بعقد فاسد ط

الأشباه والنظائر – حنفي – (١ / ١٠٥)

القاعدة الخامسة : **الضرر يزال** أصلها : قوله عليه الصلاة و السلام : [لا ضرر ولا ضرار] أخرجه مالك في الموطأ عن عمرو بن يحيى عن أبيه مرسلا وأخرجه الحاكم في المستدرك و البيهقي و الدارقطني من حديث أبي ســعيد الخــدري وأخرجه ابن ماجه من حديث ابن عباس و عبادة بن الصامت رضي الله عنــهم

(جاری ہے---)

Scanned by CamScanner

وفسره في المغرب بأنه لا يضر الرجل أخاه ابتداء ولا جزاء انتهى........ وهذه القاعدة مع التي قبلها متحدة أو متداخلة وتتعلق بها قواعد : الأولى : **الضرورات تبيح المحظورات** : ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة و إساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه........ الثانية : **ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها** : ...... ومن فروعه : المضطر لا يأكل من الميتة إلا قدر سد الرمق والطعام في دار الحرب يؤخذ على سبيل الحاجة لأنه إنما أبيح للضرورة.................................

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

دارالافتاء ۔ جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۷۔رجب ۱۴۳۵ھ

محمد حذیفہ عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۷۔رجب المرجب۔ ۱۴۳۵ھ

۱۷۔ مئی۔ ۲۰۱۴ء

Scanned by CamScanner